ڈاکٹر سبینہ اویس اعوان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
ڈاکٹر محمد افضال بٹ
صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

احمد ندیم قاسمی اور بچوں کا ادب

Abstract:

Ahmad NadeemQasimi was one of the great names of Urdu literature and known as a wonderful writer. He always had a deep perspective of Urdu literature. He applied and showed his expertise in different genres of Urdu literature included poetry, fiction, column, critical writing, short stories, letters, and essays. He also wrote many essays on literature related to children. He knew that Children are important asset for our society and future. There is rich literature available in different languages about children and for their trainings. Many poets and literary persons wrote a lot about children in different genres. Ahmad NadeemQasimi also contributed a lot in this important type of Urdu literature. He wrote a large number of poems for children which are of great value. The main purpose of that writing was nothing but to train children morally and ethically. The research showed that these topics are related to social issues. He did his best to motivate children towards bravery, Islamism and created a sense of loyalty for his nation. His stories are not only valuable for children but also a source of education for the whole society. Children's literature will always create positivity among new generation. It will also provide guidance towards practical life. Qasmi's short stories not only protect children from negativities but also create awareness for respecting human values and humanism among children. It also promotes children's creativity and produce confidence among

young blood.

Keywords:

Urdu Literature, Children, Value, Positivity, Awarness, Nadeem

بچے معاشرے کا درخشاں مستقبل ہیں۔اس لیے دنیا کی ہر زبان میں بچوں کے ادب کے گراں قدر خزینے موجود ہیں۔اکثر شعرا و ادبا اپنی تخلیقات میں بچوں سے محوِ گفت گو نظر آتے تو احمد ندیم قاسمی اتنے اہم موضوع کو نظر انداز کیسے کر سکتے تھے۔احمد ندیم قاسمی تا حیات اردو ادب کی خدمت میں مصروف رہے۔انھوں نے جہاں افسانے لکھے، کالم تحریر کیے، اپنے جذبات و احساسات کا اظہار شاعری کے ذریعے کیا، تنقیدی کتب تحریر کیں۔مختلف ادبی و غیر ادبی شخصیات کے خاکے تحریر کیے اس طرح دیباچے، مکاتیب اور ناولٹ تحریر کیے وہیں انھوں نے ننھے نونہالوں کے لیے بہترین نظمیں، دل چسپ اور سبق آموز کہانیاں بھی تصنیف کیں اور اپنی نظموں کے ذریعے بچوں کے ساتھ دلی واردات کا اظہار بھی کیا۔یہ تخلیقات سادگی و شگفتگی کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ بچوں کے جذبات کی عمدہ ترجمانی بھی کرتی ہیں۔یہ تحریریں بچوں کے مستقبل کو شان دار بنانے اور کردار کو سنوارنے کا فریضہ بھی عمدگی سے سرانجام دیتی ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے محرکات تھے جنھوں نے قاسمی کو بچوں کا ادب تحریر کرنے کی ترغیب دی؟ اس سوال کا جواب قاسمی کے سوانحِ حیات سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔قاسمی کا مخاطب انسان ہے اور بچہ چوں کہ نسلِ انسانی کا جزوِ لاینفک ہے اس لیے قاسمی دیگر ادبا کی طرح نژادِ نو کی ذہنی و روحانی تربیت کے خواہاں تھے۔دوسری وجہ بچوں کے مجلّہ 'پھول' سے وابستگی تھی جس نے قاسمی سے طفل ادب تخلیق کروایا اور تیسری وجہ امتیاز علی تاج سے گہری وابستگی و رفاقت تھی۔دنیا میں مسرت پھیلانے کے آرزو مند قاسمی نہایت فن کاری سے بچوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے اس سطح پر اُتر آتے ہیں جو بچوں کے مزاج کے عین مطابق ہے جو اس امر کی شہادت ہے کہ قاسمی ایک مرتبہ پھر عہدِ طفلی میں لوٹ گئے۔وہ بعض اوقات حال، عالم موجود کو فراموش کر کے اتنے معصوم بن جاتے ہیں کہ چاند سے کھیلنے لگتے ہیں۔کبھی ہواؤں میں اُڑنے لگتے ہیں اور کبھی عالمِ تخیل میں پریوں کے دیس میں چلے جاتے ہیں جیسے قاسمی نے اپنے ایک ننھے کردار صفدر کی زبانی کہلوایا ہے:

> ''میں جب سونے کے لیے آنکھیں بند کرتا ہوں تو پہلے میرے چاروں طرف ننھے ننھے بالکل ذرا ذرا سے، جوار کے دانوں کے برابر گھنگھرو بجتے ہیں۔پھر چھوٹی چھوٹی میری چھنگلیاں اتنی رنگ برنگ کی پریاں جانے کہاں نکل پڑتی ہیں۔چھنک چھنک کرناچتی ہوئی وہ ایک دائرہ بنا کر میرے پاس آتی ہیں تو میں دیکھتا ہوں کسی نے گلاب کی پتیوں کا لباس پہن رکھا ہے۔کسی کے گلے میں پھُولوں کا دوپٹہ لٹک رہا ہے۔کسی نے گیندے کے پھُولوں کا غرارہ پہن رکھا ہے اور کسی کے ہاتھ میں نرگس کے پھُولوں کی چھڑی ہے۔ان میں سے ایک پری کنول کے پھُول میں کھڑی میرے پاس آتی ہے تو سب پریاں میرے پاس آتی ہیں۔کوئی اپنے پروں سے پنکھا کرتی ہے۔کوئی میری کنپٹیوں کو سہلاتی ہے، بہت سی پریاں غوطہ مار کر میرے بالوں سے آر پار نکل جاتی ہیں۔''(۱)

اردو ادب کی اصناف میں بچوں کی کہانی کو سب سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے کہانی میں بچوں کی دل چسپی اور پسند

کہانی میں اس لیے بھی ہوتی ہے کہ اس میں کوئی واقعہ ہوتا ہے اور بچہ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ واقعہ کہاں ہوا ہے کن افراد کے ساتھ ہوا اور لوگ اور جگہ اس لیے اہم ہوتے ہیں کہ وہ اس واقعہ کا جز و ہوتے ہیں جس سے بچے کو دل چسپی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر مشیر فاطمہ اس حوالے سے لکھتی ہیں:

> ''......بچے کو اس سے بھی دل چسپی نہیں کہ یہ واقعات کیوں اور کیسے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ادیب کی خوبی ہے کہ وہ بچے کے ذہن میں یہ سوال پیدا کرے کہ اب کیا ہوگا؟ اس طرح کہانی میں اچنبھے اور تشویش کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔''(۲)

کہانی کا بنیادی تعلق اپنے معاشرے سے اپنے عہد اور اپنے جغرافیائی کوائف سے ہوتا ہے۔ ہر کہانی کا اپنا مقامی رنگ ہوتا ہے۔ کہانی کے توسط سے سنجیدہ اور علمی مضامین حتیٰ کہ اصلاحی مضامین بھی اتنے لطیف اور دل کش بن جاتے ہیں کہ بچے انھیں بآسانی قبول کر لیتے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی پُھول (لاہور) کے مدیر بھی رہے۔ انھوں نے بچوں کے لیے مختلف موضوعات پر متعدد نظمیں اور کہانیاں لکھیں۔ ان میں چوھوں کی بارات مطبوعہ بچوں کا باغ لاہور اکتوبر ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی۔ اس طرح میاں ھُد ھُد مطبوعہ ہدایت لاہور، جنوری سنہ ۱۹۵۸ء اور شرارت کھلونا نئی دہلی سنہ ۱۹۵۴ء ان کی نظموں میں قابلِ ذکر ہیں کہانیوں میں جلیبیاں ماہِ نو لاہور نومبر ۱۹۷۹ء مشہور ہیں۔ قاسمی ماہر قصہ گو کی طرح مافوق الفطرت واقعات و کرداروں کو اس خوبی سے پیش کرتے ہیں کہ وہ حقیقت پسند اذہان کو بھی مانوس لگتے ہیں۔ قاسمی کی کہانیاں بچوں کی دماغی و روحانی تربیت میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ ان کی ذات سے کوئی بھی ذی روح رنج و غم میں مبتلا نہ ہوا اور پریاں روٹھ گئیں میں صفدر سے اپنے دوست سلیم سے پتیسے کی خاطر جھوٹ بولا تو پریوں نے کہا:

> ''ہم پریاں تو صرف اچھے بچوں کی دوست ہوتی ہیں اور صفدر میاں اچھے بچے وہ ہوتے ہیں جو سچے ہوتے ہیں۔ نڈر ہوتے ہیں۔ ایمان دار ہوتے ہیں۔ انصاف کرتے ہیں۔ جھوٹ نہیں بولتے اور دھوکا نہیں دیتے۔''(۳)

پریوں کی زبانی قاسمی نے بچوں کو نصیحت کی ہے تاکہ بچوں کے ذہنوں پر جلد اور دیرپا اثر ہو۔ انھوں نے شعوری طور پر اپنی تحریروں میں بچوں کی بہترین تربیت کے لیے کوئی اخلاقی سبق، کوئی نصیحت ذہن نشین کروانے کی بلیغ سعی کی ہے۔ بچے جب اپنے پسندیدہ کرداروں کی زبانی یہ پند و نصائح کی باتیں سُنتے ہیں تو عمل کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ قاسمی نصیحت کو براہِ راست اور بعض اوقات بالواسطہ ننھے قارئین کے ذہنوں میں اُتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً قاسمی جب اپنے بچپن میں پتنگ اُڑاتے ہوئے چھت سے گرے تو اپنے ننھے دوستوں کو نصیحت کرتے ہیں:

> ''بچو! تم کبھی ایسا نہ کرنا۔ پتنگ اگر اُڑانی ہی ہے تو کسی کھلے میدان میں اور احتیاط کے ساتھ۔''(۴)

احمد ندیم قاسمی اپنے ننھے قارئین کو اپنے بچپن کے حالات و واقعات سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ اپنے ایک مضمون ''بچپن مجھے عزیز ہے'' میں اپنے بچپن کے مفلسی کے حالات بیان کرتے ہوئے ننھے قارئین کو بتاتے ہیں۔ قاسمی اپنے مضمون ''بچپن مجھے عزیز ہے'' میں لکھتے ہیں:

> ''افلاس و تموّل (یعنی غربت اور خوشحالی) کا ایک دردناک مرکب ہونے کے باوجود مجھے میرا

بچپن عزیز ہے۔کبھی کبھی سوچنے لگتا ہوں کہ اگر میرا بچپن مسلسل امارت میں گزرتا تو میں وہ شدتِ
احساس کہاں سے لاتا، جو اچھے ادب کی تخلیق کا نہایت اہم عصرن ہے۔ پھر خیال آتا ہے کہ اگر
مفلسی کے ماحول میں مجھے امارت کی جھلکیاں دکھائی نہ دیتیں تو تقابل کی وہ تڑپ کہاں سے آتی
جس کے بغیر زندگی صرف روتے بسورتے یا صرف ہنستے گزر جاتی ہے۔''(۵)

بچے قوم کے معمار ہوتے ہیں انھیں اچھا شہری اور محبّ الوطن بنانا ضروری ہے۔حب الوطنی کا احساس قاسمی کی تحریروں کا اہم اثاثہ ہے۔قائداعظم سے جھنڈے سے، وطن سے محبّت کا درس دیتے ہوئے ان قربانیوں کو دہراتے ہیں جو حصولِ پاکستان کے لیے بوڑھوں، جوانوں اور خواتین نے دیں۔قاسمی کی تحریر کردہ کہانی 'سبز جھنڈا' اس دور کی کہانی ہے جب حصولِ پاکستان کی کوششیں عروج پر تھیں۔ یہ کہانی ننھے صادق کے گرد گردش کرتی ہے۔نوشہرہ میں مقیم یہ بچہ تحریکِ پاکستان کے جلسوں میں شرکت کا بے حد شوقین تھا۔ایک ایسے ہی جلسے میں صادق نے سُنا کہ آنے والے کل میں ہر گھر کی چھت پر سبز جھنڈا لہرانا چاہیے۔سبز رنگ کا کپڑا نہ گھر میں موجود تھا نہ ہی خریدنے کی سکت تھی۔صادق نے اپنے اُستادِ محترم سے قائدِ اعظم، علامہ اقبال اور پاکستان کی باتیں سنیں۔اسے ان شخصیات سے عشق ہو گیا۔ماں سے دریافت کرنے کے باوجود بھی سبز رنگ کے کپڑے تک رسائی نہ ہو سکی چناں چہ گہری سوچ کے بعد اس نے ماسی بختے سے اپنی قمیص کو سبز رنگ سے رنگوا دیا۔پھر اسے جھنڈے کی صورت دے کر چھت پر لگا کر بولا:

''اماں اے اماں! ادھر آ! دیکھ تو سہی!
پورے گاؤں کے گھر گھر پر سبز پاکستانی جھنڈے لہرا رہے ہیں
آ دیکھ نا اماں!
پاکستان بن گیا ہے۔ہمارے گاؤں میں تو پاکستان بن گیا ہے۔''(۶)

صادق کا باپ اسے جلوسوں میں شرکت کرنے سے منع کرتا۔ جب پورے گاؤں کی چھت پر سبز جھنڈا لہرایا ہوا دیکھا تو حیران رہ گیا اور اپنے گھر کی چھت پر بھی دیکھا تو فرطِ محبّت سے صادق کو گلے لگا کر چومنے لگا۔اس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسوؤں کی برسات رواں تھی اور صادق نے طفلانہ معصومیت سے جواب دیا۔

''میں اگر ایسا نہ کرتا تو پتہ ہے کیا ہوتا؟ ہم سے اللہ خفا ہو جاتا۔''(۷)

ننھے صادق نے وطن سے محبّت کا حق ادا کر دیا۔ یہ کہانی بڑوں کو بھی لمحۂ فکریہ عطا کرتی ہے۔جدوجہدِ آزادی کی تحریک زوروں پر تھی۔ جب قاسمی نے یہ کہانی لکھنی شروع کی۔ یہ کہانی آزادی کے جذبہ کو اُبھارتی اور غلامی کی زنجیروں کو توڑنے پر آمادہ کرتی ہے۔جان دار پلاٹ پر مشتمل اس کہانی میں قاسمی نے درس دیا ہے کہ عزائم کی پختگی منزل کے حصول کو آسان بنا دیتی ہے۔بطور ادیب قاسمی کے فن کے تقاضے اور اسلوب کی تازگی و شادابی دونوں میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ قوم کے جانثاروں کو نظرانداز نہیں کرتیں۔قاسمی انسان دوستی کے جذبے کو سراہتے ہوئے بچپن میں ہی ننھے ذہنوں میں اس انسان دوستی کے سبق کو سموتے ہیں۔بقول محمود الرحمٰن:

''قاسمی کے پیش کردہ کرداروں کی وساطت سے بچے بچپن کی منزل میں ہی انسان دوستی کا سبق سیکھنے لگتے ہیں۔''(۸)

قاسمی کہانی کو اپنے خاص و منفرد انداز سے آگے بڑھاتے ہیں نئے دور کے تقاضوں سے معمور ہونے کے باوجود قاسمی نے اپنے روایتی انداز کو اپنائے رکھا بل کہ ان کا منفرد و روایتی انداز ان کی نگارشات میں نمایاں نظر آتا ہے۔ کہانی ''جلیبیاں'' کے ذریعے اپنے دِل کی بات بآسانی کہہ دیتے ہیں جو قاسمی کے کہانیوں میں تفریح کے ساتھ ساتھ ذمہ دارانہ رویہ بڑی سنجیدگی سے کارفرما نظر آتا ہے مثلاً 'جلیبیاں' میں ہر طرح کے جتن کے بعد بھی چار روپے نہ مل سکے تو قاسمی اپنے احساسات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ''اگر اللہ میاں یوں ہی مانگنے پر دے دیا کرتے تو انسان آج بھی چیل کوؤں کی طرح درختوں میں گھونسلے بنائے بیٹھے ہوتے۔''(۹)

قاسمی کی کہانیوں میں بچوں کے لیے بھرپور ذہنی تفریح بھی موجود ہے۔ ان کے نزدیک تفریح اتنی ضروری ہے جتنی اخلاقی تربیت۔ خوش حال زیدی لکھتے ہیں:

> ''احمد ندیم قاسمی نے بچوں کے لیے جو کہانیاں قلم بند کیں وہ بچے کی تفریح طبع کا بھرپور سامان فراہم کرتی ہیں۔ ان کی کہانی ''جلیبیاں'' اس کی عمدہ مثال ہے جس میں بچوں کی فطرت کا دل چسپ مرقع پیش کیا گیا۔''(۱۰)

عمر کی منازل طے کرتے کرتے بچے مناظر فطرت میں بھی دل چسپی لینے لگتے ہیں۔ تجسس اور زیادہ سے زیادہ چیزوں کے متعلق جاننے کی خواہش بچوں کی فطرت میں داخل ہوتی ہے۔ خارجی ماحول میں بادل، چاند، ستارے، تاروں بھری رات، دھنک اور اس نوع کے دیگر مناظر انھیں اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں اور بچے اپنی اپنی ذہنی استعداد کے مطابق ان کے متعلق سوچتے ہیں غرض خیال کے تانے بانے بُنتے ہیں۔ نونہالوں کے ایسے احساسات کی عکاس نظمیں اردو میں بکثرت ملتی ہیں اس سلسلے کی نظموں میں اسمٰعیل میرٹھی کی 'تاروں بھری رات'، شان الحق حقی کی 'ٹوٹا تارہ'، اقبال کی 'چاند اور تارے'، احمد ندیم قاسمی کی 'بادل کا گیت' شامل ہیں۔

بادل کا گیت (۱):

ستاروں کے دھن میں وطن چھوڑ آیا
ہواؤں نے شانوں پہ مجھ کو بٹھایا
سمندر سے اُٹھا، پہاڑوں پہ چھایا(۱۱)

بادل کا گیت (۲):

مگر تیز جھونکے نے آفت یہ ڈھائی
مجھے ایک پربت کی چوٹی دکھائی
کہا ''اس سے لڑ کر دکھا میرے بھائی!''

تو پربت نے مجھ کو کچھ آگے دھکیلا
وہ اکڑا، میں گرجا، وہ بپھرا، میں کھیلا
پر افسوس فانی ہے کھیلوں کا میلا

پہاڑوں نے ایسی مجھے پٹخنی دی
کہ تنگ آ کے میدان کی میں نے رہ لی
مجھے لے اُڑیں شوخ پریاں ہوا کی

میں جب تھک گیا زور سے بلبلایا
ہواؤں کو بجلی کا کوڑا دکھایا
ادھر سے نکل کر ادھر گھوم آیا(۱۲)

قاسمی کی ذاتی صلاحیت اور خلوص کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ قاسمی کی کہانیاں اور نظمیں ملکوں ملکوں اور شہروں شہروں سفر کرتی ہیں۔ اور قارئین بہت دل چسپی سے پڑھتے اور محظوظ ہوتے ہیں۔ انھوں نے اپنے ملک پاکستان کی تہذیب وروایت کے متعلق واضح انداز میں لکھا۔ ان کی کہانیوں کا آغاز کسی نہ کسی علاقے کے تعارف سے ہوتا ہے۔ علاقوں کے متعلق لکھتے ہوئے قاسمی جگہوں سے وابستہ معلومات بھی پہنچاتے ہیں۔ ان کی کہانیوں میں وہ سب کچھ موجود ہے جو بچوں کی ذہنی نشو ونما، تفریح اور اصلاح کے لیے ضروری ہے۔ قاسمی کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے بچوں کا رشتہ اپنے ملک سے اپنی تہذیب سے اور کتاب سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ بچوں کے لیے قاسمی کی کہانیاں اور نظمیں تفریح کا مکمل وسیلہ بھی ہیں۔ قاسمی اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ نصیحت بچوں کے لیے کونین کی گولی کی حیثیت رکھتی ہے جسے نگلنے سے سب انکار کر دیتے ہیں لیکن اگر اسی کونین کی گولی کو شہد کی پُڑیا میں لپیٹ کر پیش کیا جائے تو یہ ذہن میں تلخی پیدا کیے بغیر بآسانی حلق سے نیچے اتر کر معدے میں اپنا کام شروع کر دیتی ہے۔ اس لیے قاسمی نے نہایت شیریں اور نرم انداز میں بچوں کو وعظ بھی کرتے ہیں اور محبّت کا درس بھی دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

> ''اپنے ملک میں سے، اپنی تہذیب سے، اپنی روایات سے، اپنی زبانوں سے، اپنے گیتوں سے محبّت کرنا سیکھو۔ کیوں کہ یہی محبّت تمھیں انسانیت کے ساتھ محبّت کرنا سکھائے گی۔''(۱۳)

قاسمی نے بچوں کو نصیحتیں بھی کی ہیں مگر اس طرح کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ بچوں کو ان کی پُر لطف، دل چسپ کہانیوں کے علاوہ معلومات افزا مضامین بھی ان کے قلم کی مرہونِ منّت ہیں۔ مثلاً:

> ''شیخو پورہ داخل ہونے سے پہلے ہمیں دور شیخو پورہ کا قلعہ نظر آیا۔ اونچا سا اور کالا سا، بس تیزی سے شیخو پورہ کی طرف جا رہی تھی...... شیخو پورہ سے نکل کر ذرا آگے بڑھے تو دائیں طرف ہمیں ہرن مینار نظر آیا اور وہ بارہ دری بھی جو کہتے ہیں کہ تالاب کے بالکل بیچ میں بنی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں جہانگیر اور شاہ ہرنوں کا شکار کھیلتا تھا۔''(۱۴)

قاسمی کہانی لکھنے کے بڑے ماہر تھے۔ وہ اس سلیقے سے قصے کو ترتیب دیتے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بوڑھی دادی بچوں کو اپنے ارد گرد بٹھا کر کہانی سُنا رہی ہو جیسے:۔

> ''جوہر آباد کے پاس جو پرانا شہر ہے ناخوشاب نام کا ..... وہاں کی ایک مٹھائی کی بہت مشہور ہے جسے پتیسا کہتے ہیں ..... کہتے ہیں اس کا نسخہ کسی بزرگ کو پریوں نے بتایا تھا۔ جتنا کھالو اتنا ہی اور بھی کھانے کو جی چاہتا ہے۔''(۱۵)

قاسمی بچوں کے لیے کہانیاں لکھنے کے خاص ڈھنگ سے واقف تھے۔ ان کی تحریروں کے موضوعات روزمرہ زندگی کے مشاہدات سے ہم آہنگ ہوتے تھے اور پیرایہ بیان ایسا دل کش ہوتا تھا کہ فوراً بچوں کے دل میں اُتر جاتا تھا۔ قاسمی دولت کی مساوی تقسیم کے خواہاں اور طبقاتی کش مکش کے خلاف تھے۔ وہ تمام بنی نوعِ انسانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانا چاہتے تھے جہاں تمام انسانوں کو مساوی درجہ ملے جہاں ہر انسان کو برابر کے حقوق ملے۔ کسی کا استحصال نہ ہو، کسی انسان کو بھی مفلسی و امارت کے ترازو میں نہ تولا جائے۔ لکھتے ہیں:

"یاد رکھو اب یہ بات عمر بھر نہ بھولنا کہ انسان امیر غریب نہیں ہوتا۔ انسان صرف انسان ہوتا ہے"۔ (۱۶)

خدائے بزرگ و برتر سے محبّت قاسمی نے انسان کی محبّت کے درجے کو حاصل کر کے پائی۔ اس طرح ننھے بچوں سے محبّت ان کی روح وقلب کو تازگی بخشتی ہے۔ وہ اس کا اظہار سبق آموز کہانیوں کی صورت میں کرتے ہیں اگرچہ اپنی ذات میں بچے کی سادگی و معصومیت اور حیرت کو زندہ رکھنا ایک ایسا کمال ہے جو ہمارے دور میں کم یاب ہے۔ قاسمی اس نایاب امر کو نسلِ نو میں عام کرنے میں مصروف ہیں۔

بڑے بڑے ادبا و شعرا میں حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ بچوں کے لیے لکھنا زیادہ مشکل ہے۔ قاسمی کی منصوبہ بندی اور حکمت کے حوالے سے دیکھیں تو آپ نے بڑی حقیقت پسندی سے بچوں کے لیے لکھنے سے متعلق تمام امور اور نکات کا جائزہ لیا پھر بڑی سچائی سے جو آواز اندر سے آئی اسے بخوشی قبول کیا۔ انھوں نے شعر اور اشعار کی صورت میں بچوں کے لیے لکھا وہ بے لوث محبّت، سچی اور گہری لگن سے لکھا۔ بچوں کے لیے لکھی جانے والی تخلیقات میں ان کا انداز منفرد ہے۔ آپ نے بچوں کی تفریح کے لیے بھی لکھا بچوں کا دل بہلانے کے لیے بھی لکھا اور ان کے پیشِ نظر بچوں کی اصلاح اور اخلاقی تربیت بھی تھی۔ قاسمی کا بچوں کے لیے لکھا گیا ادب اپنی انفرادی خوش بو رکھتا ہے اس کی وجہ ان کا ذاتی مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ وہ نہایت فن کاری سے بچوں سے میل ملاپ کے دوران واقعات، تاثرات اور معاشرتی رویوں میں کہانی ڈھونڈ لیتے ہیں۔ ایک بڑی خامی جو پاکستان میں پائی جاتی ہے کہ بچوں کے ادبا کو ادیب ہی نہیں سمجھا جاتا بل کہ بدقسمتی یہ رہی کہ اردو ادب کے لیے بنائے گئے ادارے سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بنے رہے۔

نسلِ نو کی تربیت میں بچوں کا ادب اساسی کردار کا حامل ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عملی زندگی کی مناسب رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے لیکن بدقسمتی یہ رہی ہے کہ ہمارے بچوں کا ادب پریوں، جنوں، شہزادیوں و شہزادوں کے روایتی قصے اور کہانیوں پر مشتمل ہے اس میں سائنسی اندازِ فکر نہیں پایا جاتا۔ جن اقوام نے اپنے بچوں کی تربیت کے لیے جدید تقاضوں کو مدِ نظر رکھا وہ نہ صرف منفی رجحانات سے محفوظ رہے بل کہ انسانی قدروں کے احترام اور تحمل مزاجی جیسے مثبت رجحانات کے فروغ کے علاوہ شخصیت میں اعتماد اور ستاروں پر کمند ڈالنے کی خواہش بھی دل میں پیدا ہو۔

بچوں کے لیے صحت مند اور معیاری ادب کا فروغ قاسمی کا مشن ہے۔ بچوں کے ادب پر لکھی گئی تخلیقات میں ان کے اپنے جذبات و احساسات بھی موجود ہوتے ہیں اور کہانیاں لکھتے ہوئے بچوں کی دل چسپی کو بھی مدِ نظر رکھتے ہیں۔ یہ انداز اتنا رواں ہے کہ بچہ کہانی /نظم پڑھتے ہوئے ہر سطر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ قاسمی بچوں کی کہانیوں کی ابتدا میں تصویری خاکہ پیش کرتی ہیں۔ ان رنگین تصویروں سے بچے اور زیادہ دل چسپی سے کہانی پڑھتے ہیں۔ قاسمی کی کہانیاں جہاں تفریح اور سوچنے کے لیے موضوعات فراہم کرتی ہیں وہیں سماجی اقدار کا تحفظ بھی کرتی ہیں۔ سماجی اقدار کا تحفظ، ترقی اور

ترویج میں حصہ لے کر خود کو محبّ الوطن اور پاکستان کا ذمہ دار شہری ثابت کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی تحریروں کے ذریعے بچوں کی تربیت کر کے اپنے وطن اور مستقبل کے نوجوانوں کی بے لوث خدمت کی ہے۔

قاسمی کی بچوں کے لیے تخلیق کردہ کہانیوں اور نظموں کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں آپ بیتی کا لطف موجود ہے۔ قاسمی نے کمالِ محبّت و دیانت داری سے اپنے تجربات و مشاہدات ننھے نونہالوں کو منتقل کر دیے ہیں۔ ان کہانیوں میں مقصدیت کا خوب صورت استعمال ملتا ہے۔ ان کہانیوں کا دل کش اندازِ بیاں اس کی سلاست و روانی، دردمندی و خلوص، دل کش فضا بندی، پُر تاثیر منظر کشی عام فہم انداز انھیں ادب میں ممتاز و منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ قاسمی نے فن کی نزاکتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو درس دیا وہ قابلِ داد ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ قاسمی کی کہانیاں نہ صرف بچوں کے لیے بل کہ پورے معاشرے کے لیے درس و تدریس کا ایک مسلسل ذریعہ ہے۔ یہ ایسا درس ہے جس کی ابدیت مُسلّم ہے۔

حوالہ جات

۱۔ احمد ندیم قاسمی، اور پریاں رُوٹھ گئیں، مشمولہ: اخلاقی کہانیاں، (کراچی: فرید پبلشرز، ۱۹۹۲ء)، مرتبہ: رحمٰن ضیا، ص ۱۴، ۱۵

۲۔ مشیر فاطمہ، بچوں کے ادب کی خصوصیات، (علی گڑھ: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۶۲ء)، ص ۶۷

۳۔ اور پریاں رُوٹھ گئیں، مشمولہ: اخلاقی کہانیاں، ص ۱۲۶، ۱۲۷

۴۔ احمد ندیم قاسمی، نادر پاکستانیوں کا بچپن، (لاہور: چلڈرن لائبریری، س۔ن)، ص ۲۴

۵۔ ایضاً، ص ۵۸۳

۶۔ احمد ندیم قاسمی، سبز جھنڈا، (لاہور: نقوش پریس، س ن)، ص ۱۰

۷۔ ایضاً، ص ۱۴

۸۔ محمود الرحمٰن، اردو میں بچوں کا ادب، (لاہور: محمود الرحمٰن، س۔ن)، ص ۳۷۵

۹۔ احمد ندیم قاسمی، جلیبیاں، مشمولہ: اخلاقی کہانیاں، ص ۵۹

۱۰۔ ڈاکٹر خوشحال زیدی، اردو میں بچوں کا ادب، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۹ء)، ص ۳۸۷

۱۱۔ احمد ندیم قاسمی، بادل کا گیت، مشمولہ: سہ ماہی ادبیات، (اسلام آباد، جنوری تا جون ۲۰۱۲ء)، بچوں کا ادب نمبر، جلد دوم، شمارہ نمبر ۹۴۔۹۵

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۰۲۔۲۰۳

۱۳۔ نادر پاکستانیوں کا بچپن، ص ۲۷

۱۴۔ اور پریاں رُوٹھ گئیں، مشمولہ: اخلاقی کہانیاں، ص ۱۴۔۱۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۹

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۷، ۲۸